اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں

عقائد و اخلاق کا مقام

جناب ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی صاحب۔ ترجمہ: عذرا نسیم فاروقی

(۲)

عقیدۂ توحید اور معاد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے نیک عمل اور فضائل اخلاق کو بھی بہت مؤثر انداز میں ذکر کیا ہے، مکی دور کے تقریباً تیرہ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی متلو اور سنت کے ذریعے لوگوں کو عقیدہ و اخلاق کی تربیت دیتے رہے۔ دورِ نبوت کا ایک طویل عرصہ تعلیم و تربیتِ اخلاق پر صرف کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل عقیدہ و اخلاق کے بغیر ممکن نہیں۔ عہد رسالت میں عقائد کی تربیت اس انداز سے کی گئی تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور تہذیب و تمدن کے تمام مظاہر میں عقائد کی چھاپ گہری اور نمایاں تھی۔

قرآنِ حکیم کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھا عمل بذاتِ خود تعمیری اور تخلیقی ہوتا ہے۔ اچھا عمل کرنے والے کو اس کی جزا اسی حساب سے ملے گی کہ اس کے عمل کے اثرات کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ نیز یہ کہ اس عمل کو بجا لانے میں فاعل کس قدر مخلص اور سنجیدہ تھا۔ کم سے کم مقدار نیکی کے صلہ کی دس گنا بیان کی گئی ہے۔ دوسری طرف بُرا عمل بذاتِ خود منفی اور تخریبی ہوتا ہے اور اس طرح عمل بد کرنے والے کو جزا سے محروم کر کے سزا کا مستحق بنا دیتا ہے، لیکن صرف اتنا ہی سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے جتنا عمل ہوتا ہے۔ مکافاتِ عمل کے دن ایک بُرائی ایک ہی تصور ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں ہر عمل کا ایک اثر

اور نتیجہ ہوتا ہے، اچھا یا برا۔ ہم سب کو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھنا ہوگا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں قومیں اپنے اخلاق و کردار کا نتیجہ اجتماعی طور پر برداشت کرتی ہیں۔ اگر مجموعی طور پر کسی قوم کا عمل درست ہوا ور ان کا اخلاقی معیار بلند ہو تو وہ قوم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی مستحق ٹھہرتی ہے، اُسے خلافتِ ارض کا اعزاز عطا ہوتا ہے۔ لیکن اگر مجموعی طور پر بدعملی اور بد اخلاقی کا شکار ہو جائے تو بہت سے مصائب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ ایسی بہت سی اقوام عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو کر نیست و نابود کر دی گئیں۔ البتہ آخرت میں حساب و کتاب بالکل انفرادی ہوگا۔ ہر فرد اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا۔

خلیفہ عبدالحکیم نے اس موضوع پر اچھی بحث لکھی ہے۔ اُن کے خیال میں اچھائی کا مفہوم عقیدہ اور عمل کے تطابق میں پنہاں ہے۔ بقول خلیفہ نیکی صفتِ الٰہی کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے لہٰذا اچھے عمل کو تخلیقی و تعمیری ہی ہونا چاہیے۔ کوئی چیز بھی اس قدر تخلیقی نہیں ہو سکتی جس قدر ایک فعّال اور ہوشمندانہ عملِ خیر۔ نیکی کوئی ساکت و جامد چیز نہیں ہے بلکہ متحرک و فعّال ہوتی ہے۔ اس کا تعلق محض علم ہی نہیں بلکہ افعال سے بھی ہے، جو حق و صداقت کو عمل کا روپ دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے حضرت ابوالدردا کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب حساب و کتاب ہوگا تو حسن خلق سے زیادہ قابلِ قدر کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی السنن میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی کے مطابق اس حدیث کا شمار صحیح احادیث میں ہوتا ہے۔

اسلام میں عقیدہ اور اخلاقِ حسنہ کے بلند ترین درجہ کی وضاحت احسان کی اس تعریف سے بھی ہوتی ہے جو مشہور حدیث جبریل میں بیان ہوئی ہے۔ اسوتزو IZUTSU نے احسان کا بڑا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ (PERFECTION) کمال یا تکمیل۔

ایک حدیث کے ان الفاظ میں غور کریں تو یہ مفہوم بہت صحیح معلوم ہوتا ہے، الفاظ یہ

ہیں: اَسْلَمَ فَاَحْسَنَ اِسْلَامَهٗ اس نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں درجہ کمال کو پہنچ گیا۔

قرآن حکیم میں والدین کے ساتھ عزت واحترام اور حسن سلوک میں بھی احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت میں عقیدہ واخلاق کی تعلیم وتربیت اُمت مسلمہ کو اخلاق وکردار کے بلند ترین مقام تک پہنچاتی ہیں۔ یہ عظیم تر مقام اصطلاح شرع میں احسان کہلاتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے دین کے تین مدارج بیان کئے ہیں۔ دین میں بلند ترین مقام جو ایک مومن حاصل کر سکتا ہے، وہ درجۂ احسان ہے۔ قرآن حکیم میں بھی یہ اصطلاح اسی مفہوم میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط (البقرہ - ۱۱۲)

"ہاں! جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سونپ دیا اور وہ محسن بھی ہے (یعنی عبادت واخلاق میں درجۂ احسان کو پہنچ گیا ہے) تو اس کا صلہ اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے لوگ (قیامت کے روز) نہ خوف زدہ ہوں گے، نہ ہی غمگین ہوں گے۔"

اسی طرح سورہ النحل کی آیت: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہ (النحل - ۹۰) اللہ تعالیٰ احسان وعدل کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے قدیم مفسرین ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے احسان کا مفہوم اخلاص یا اپنے اعمال کو اخلاص وآداب کے ساتھ مزین کرنا بتاتے ہیں۔

سورۂ الاسراء آیات وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (تمہارے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) آیت نمبر ۲۳ سے آیت نمبر ۴۰ تک غور سے پڑھیئے، اسی طرح سورۃ الفرقان کی آیات نمبر ۶۱ سے سورۃ کے اختتام تک جن میں عباد الرحمٰن کے اوصاف وکردار کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں عقائد اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تعلیم ساتھ ساتھ دی گئی۔ قرآن حکیم کے یہ دونوں اقتباسات انسانی زندگی

کے تقریباً تمام پہلوؤں پر محیط ہیں خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی۔

مدنی سورتوں میں معاشرتی احکام، سیاسی معاملات اور انتظامی امور پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ اس لیے کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستحکم اسلامی معاشرہ قائم کر لیا تھا۔ اور ایک اسلامی مملکت وجود میں آ گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت مکمل طور پر عقائد اور اخلاقی اقدار کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ مدنی دور کی ان آیات پر غور و فکر کیجیے جو بدر و احد کے فوراً بعد نازل ہوئی تھیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال کریں۔ زکوٰۃ کا نظام قائم کیا گیا، انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات کرائی گئی۔ یہ تمام ادارے بغیر کسی دشواری اور بغیر کسی مشکل کے باحسن و خوبی کام انجام دینے لگے اس لیے کہ ان کے پیچھے عقائد کی قوت تھی، جو آمادۂ عمل رکھتی تھی۔ رسول اللہ کی ۱۳ سالہ مکی دور کی اخلاقی تربیت تھی۔ جس نے لوگوں کے دلوں میں طاقت و ضمیر پیدا کر دیا تھا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ و اخلاق کی تعلیم و تربیت مدنی دور میں بھی جاری رکھی۔ مثال کے طور پر آپ نے فرمایا۔ "تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ تمہیں اپنے اہل، اپنی جان اور اپنے مال سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔" اور "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔" یا "وہ شخص مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔"

اُصولی طور پر مدنی دور کی سورتیں ان احکامات و ہدایات پر مشتمل ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگ اجتماعی طور پر کیسے امن و سلامتی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ معاشرتی نظم و ضبط سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ لیکن ان ہدایات کے ساتھ ساتھ عقائد و اخلاق کی اہمیت کو بھی جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً مدنی سورۃ الحجرات میں بنیادی عقائد کے ساتھ ان اخلاقی اقدار کی تعلیم دی گئی ہے جو ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لیے ناگزیر ہیں۔ اسی طرح سورہ الممتحنہ میں آیات بیعۃ بھی بہترین مثالیں ہیں۔ ان میں توحید، اخلاقیات کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام قبول کرنے والوں

سے توحید اور ان کے اخلاقی اقدار پر عمل کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے۔ جن کا ذکر ممتحنہ کی آخری آیات میں کیا گیا ہے۔ خواتین سے بھی ان باتوں پر بیعت لی جاتی تھی کہ وہ ان اقدار پر عمل کریں گی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ (الممتحنہ ۔۱۲)

"اے نبیؐ! جب مومن خواتین تمہارے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں اور وہ اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے متعلق کوئی بہتان تراشیں گی، اور نہ کسی اور معروف میں آپؐ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

بیعت عقبہ اُولیٰ کے موقعہ پر یہی بیعت یثرب سے آنے والے وفد کے لوگوں سے لی گئی تھی۔ اہلِ مدینہ نے جو عہد اس بیعت کے موقعہ پر کیا تھا اسے تمام زندگی نبھایا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کا وہ بیان جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں دیا تھا، ایک شاہکار مثال ہے۔ جعفر بن ابی طالب کا یہ بیان اس بات کی شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں میں عقیدہ و اخلاق کو پوری طرح راسخ کر دیا تھا۔

اس طرح اسلامی عقائد مومن کے دل و دماغ میں جو کیفیت پیدا کرتے ہیں، وہ کیفیت تقویٰ کہلاتی ہے اور اہلِ ایمان کے کردار کو ایک خاص رُخ عطا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقاید و اخلاق کی بنیادی اہمیت سے پوری طرح واقف تھے۔ یہ بات آپؐ پر پوری طرح عیاں تھی کہ فرد اور اجتماع پر عقائد کے گہرے اثرات

ہوتے ہیں۔ عقائد ہی کی تعلیم نے مسلم معاشرے کو پوری طرح اسلامی رنگ میں ڈھال دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے وحی قرآن کو نہ صرف سینوں اور حافظوں میں محفوظ کر لیا تھا، بلکہ اپنی عملی زندگی میں اس کی صحیح تفسیر پیش کی۔ "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اخلاق قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔ انبیاء علیہم السلام منصب رسالت پر فائز ہو کر یہ اہم فریضہ سب سے پہلے انجام دیتے ہیں۔ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفس انبیاء کے فرائض میں داخل ہوتا ہے۔ بعض یہودی اور عیسائی مستشرقین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک قابل سیاست دان تھے یا ایک (SOCIAL REFORMER) معاشرتی مصلح جن کے پاس ایک پورا منصوبہ تھا، جسے آپؐ نے وقتاً فوقتاً نافذ کیا۔ اس قسم کی باتیں عام طور پر مقام نبوت سے توجہ ہٹانے کے لیے کی جاتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام یقیناً معاشرے کے سب سے بڑے مصلح ہوتے ہیں، اور یقیناً ان کی سیاسی بصیرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام اعلیٰ صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ منصبِ نبوت پر فائز تو ہوتا ہی انسانِ کامل ہے۔ اس کے تمام تشریعی اقدامات اور تعمیری اصلاحات اللہ کے رسول کی حیثیت میں انجام پاتی ہیں۔

مدینہ منورہ میں جو اسلامی معاشرہ تشکیل پایا تھا، یا ایک منظم مملکت وجود میں آئی تھی وہ لازمی اور منطقی نتیجہ تھا اس تعلیم و تربیت کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکی اور مدنی دور میں فرماتے رہے۔ قرآن حکیم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اُمتِ مُسلمہ کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ عقیدہ کی گرفت کس قدر مضبوط تھی۔ ماثور دعاؤں کو دیکھ لیجیے پتہ چل جائے گا کہ آپؐ کا یقین کتنا محکم تھا۔ خالق اور عبد کا تعلق بھی عیاں ہو جائے گا جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے معیار کا تعلق ہے تو ہمارے سامنے آپ کی عائلی زندگی کی تفصیلات بھی ہیں اور معاشرتی و اجتماعی زندگی کے بھی تمام پہلو محفوظ ہیں۔ اُمتِ مُسلمہ کا اجماع ہے کہ آپؐ بلند ترین اخلاق کے

مالک تھے۔ قرآن حکیم کی شہادت ہے کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یقیناً آپؐ اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک ہیں۔ امام مالکؒ نے وہ حدیث بیان کی ہے جس کی رو سے آپؐ کی بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اخلاق کی تکمیل تھا۔

یہاں ان تمام قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کا ذکر کرنا مشکل ہوگا، جو عقائد کی بنیادی اہمیت اور اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ اس لیے کہ قرآن و سنّت کا بہت بڑا حصہ انہیں پہ مشتمل ہے۔ تاہم دو ایک احادیث بطورِ مثال ہم بیان کرتے ہیں۔ جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان، عمل صالح اور اخلاق و کردار میں کتنا گہرا ربط ہے۔ ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "مومن کامل وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے"۔ اسی طرح "جس میں امانت کا پاس نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں"۔ اسی طرح صحاح ستہ کی ایک حدیث قابلِ غور ہے جو عقیدہ و ایمان کے جوہر کو ظاہر کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "دین اخلاص کا نام ہے"۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس کے ساتھ؟ آپؐ نے جواب دیا۔ اللہ کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ، (مسلمانوں کے) امیر کے ساتھ اور تمام لوگوں کے ساتھ"۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے یہ روایت کتاب الایمان میں ذکر کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے کتاب البر اور ابوداؤدؒ نے کتاب الآداب میں۔ گویا محدثین کی رائے میں یہ حدیث ایمان، عمل صالح اور اخلاق و کردار کے باہم اثر انداز ہونے کو بھی واضح کرتی ہے۔ عقائد اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کو پیدا کرتے ہیں اور اعمالِ صالحہ اور اسلامی آداب ایمان میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح دونوں مل کر معاشرہ میں اپنا تعمیری کردار ادا کرتے ہیں۔ فرد اور معاشرہ دونوں میں ارتباط ہوتا ہے۔ ایمان و عمل اور اخلاق ہی کے ذریعے سے انسان مقامِ احسان کو حاصل کرتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق ایمان قطعی اور مکمل یقین کا نام ہے جو انسان میں بھرپور اعتماد اور مضبوط ارادہ پیدا کرتا ہے۔ یہی ایمان انسان کو تعمیری اور صحت مند سرگرمیوں پہ آمادہ رکھتا ہے۔ اس طرح سے مقصدِ تخلیق یا فرائض خلافت کی ذمہ داریوں کو بہتر طریقہ سے انجام دے سکتا ہے۔